صفہ......پہلی اسلامی درس گاہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب جس قوم میں طلوع ہوا وہ ایک ''اُمّی'' قوم تھی۔''اُمّی'' اسے کہتے ہیں جو لکھنا اور لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا نہ جانتی ہو۔اس میں شبہ نہیں کہ عربوں میں شعروسخن اور زبان وادب کا ایک خداداد مذاق تھا اور وہ اپنے کلام کے ذریعے بربطِ دل کو چھیڑنے، لہو کو گرمانے اور محبوب کے لب وعارض کا نقشہ کھینچنے میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے،لیکن یہ اشعار اور ادبی سرمایہ زیادہ تر سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا تھا، وہ اپنے حافظہ سے تحریر کا کام لیتے اور صفحۂ قرطاس کے بجائے صفحۂ دل پر نقش کرنے کا اہتمام کرتے تھے، عربوں میں بعض لکھنے پڑھنے والے بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کے شعب ابی طالب میں بائیکاٹ کا واقعہ حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہے، جس میں بائیکاٹ کا تحریری اعلان غلافِ کعبہ کے ساتھ آویزاں کرنے کا ذکر ہے۔قرآن مجید نے بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایک مکی تاجر پر جب سفر کی حالت میں موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے سامان کی ایک فہرست بنا کر اپنے سامان میں چھپا دی اور سامان رفقاء سفر کے حوالہ کر دیا، اسی فہرست نے چوری اور بددیانتی کے راز کو افشاء کیا۔(المائدہ:۱۰۸-۱۰۶) یہ اور اس طرح کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ عربوں میں تحریر وکتابت کا ذوق موجود تھا، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی، بعض اہل علم نے تو لکھا ہے کہ مکہ میں صرف سترہ افراد کو لکھنا آتا تھا،"دخل الاسلام وفی قریش سبعة عشر رجلا کلھم یکتب" (فتوح البلدان:۶۱-۶۶۳) مدینہ کا معاملہ اس سے بھی زیادہ گیا گزرا تھا۔واقدی نے ان لوگوں کے نام ذکر کئے ہیں، جو مدینہ میں لکھنے سے واقف تھے، جن کی تعداد گیارہ سے آگے نہیں بڑھتی (فتوح البلدان:۶۴-۶۶۳) گو ان اعداد وشمار پر اعتماد دشوار ہے۔لیکن اس میں شبہ نہیں کہ عرب کا بڑا حصہ جہالت اور ناخواندگی کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تھا اور نہ صرف علم کی دولت سے محروم تھا، بلکہ علم کی اہمیت اس کی عظمت اور اس کی ضرورت وافادیت سے بھی نابلد تھا۔

یہ حالات تھے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی، اس وحی میں شرک کی تردید اور خدا پر ایمان لانے کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں، جو قرآن کی دعوت کا عطر اور خلاصہ ہے۔اس وحی میں ''آخرت'' کا

تذکرہ نہیں، جو ایمان وعمل کا اصل محرک ہے، اس وحی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اعلان نہیں جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے، اس ظلم وجور اور نا اتفاقی کی مذمت نہیں جو عرب سماج کے مزاج میں داخل ہو گیا تھا اور اس وحی میں ان اخلاقی برائیوں اور پستیوں پر بھی کوئی تنقید نہیں جن کی اصلاح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا مشن بنایا، یہ پہلی وحی انسانیت کو ''تعلیم'' کی طرف متوجہ کرتی ہے، اس میں پہلا لفظ ہی ''اقراء'' کا ہے جس کے معنی ہیں: ''پڑھ'' پھر ان پانچ آیتوں میں دو جگہ تعلیم وتعلم کا ذکر ہے، ایک میں ''قلم'' کے ''ذریعۂ تعلیم'' ہونے کی طرف اشارہ فرمایا گیا: ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ یہ گویا کتابی تعلیم کی دعوت ہے، دوسری جگہ ان علوم کی تحصیل پر متوجہ کیا گیا ہے جو ابھی انسان کی گرفت میں نہیں ہیں اور انسان کی محنت اور اللہ کی مدد سے ہی ان کو حاصل کیا جا سکتا ہے: ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ گویا اس میں قیامت تک آنے والے سائنسی علوم اور ایجادات وانکشافات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا، کیونکہ ''علم'' ہی تمام اعتقادی اور عملی واخلاقی بیماریوں کا علاج ہے۔

غرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں علم کا چراغ بن کر آئے اور اس جہالت کو اپنا نشانہ بنایا جس کے سایہ میں برائیاں پنپتی ہیں، اس لئے قرآن مجید نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس حیثیت کو زیادہ نمایاں کیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''معلم'' ہیں اور انسانیت متعلم، ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (آل عمران: ١٦٤)، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ پہلو اتنا نمایاں نظر آتا ہے کہ مکی زندگی میں بھی باوجود ہر طرح کی مشکلات اور دشواریوں کے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو نظر انداز نہیں فرمایا اور اپنے ایک جانثار کے مکان ''دار ارقم'' کو جو صفا کی چوٹی پر واقع تھا تعلیمی وتربیتی مرکز بنایا، مکی زندگی کی ابتداء ہی میں نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں میں بھی پڑھنے لکھنے کا ذوق پیدا ہو گیا تھا، اس کی واضح دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ ہے، جس میں حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی کے قرآن پڑھنے کا ذکر ہے، قرآن کی کچھ سورتیں ان کے پاس لکھی ہوئی صورت میں موجود تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ پڑھنا صرف زبانی ہی نہ تھا، بلکہ کتاب کے ذریعہ تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایسی تربیت فرماتے کہ وہ علم کے زیور سے آراستہ ہو کر دوسروں تک بھی علم کی روشنی پہنچاتے، انصار مدینہ کی خواہش پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ بھیجا جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور علم سے آراستہ کرتے، ''فکان یقرئھم القرآن ویعلمھم'' (طبقات ابن سعد: ۱۱۸/۴، ط بیروت) جو لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ان میں بھی علم کی طلب پیدا ہو جاتی، مدینہ میں ابھی کچھ ہی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی مدینہ تشریف بھی نہ لائے تھے کہ مدینہ سے حضرت رافع بن مالکؓ انصاری آستانہ نبوت پر حاضر ہوتے ہیں اور قرآن کی تعلیم حاصل کر کے واپس ہوتے ہیں تاکہ اہل مدینہ تک علم کی یہ امانت پہنچا سکیں۔ (التراتیب الاداریہ: ۴۴/۱)

مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولین کام یہی کیا کہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور اسی مسجد سے متصل ایک ''چبوترہ'' تعلیمی مقصد کے لئے بنایا، جسے ''صفہ'' کہا جاتا تھا، یہ گویا اسلامی تاریخی کا پہلا مدرسہ تھا، اس مدرسہ میں غیر مقیم طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے اور دارالاقامہ کا بھی نظم تھا، اسی درس گاہ میں حالات ومواقع اور واردین کی بڑھتی گھٹتی تعداد کے لحاظ سے طلبہ کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی، بعض حضرات کا خیال ہے کہ چار سو طلبہ نے بحیثیت مجموعی اس درس گاہ سے استفادہ کیا تھا اور قتادہ کی رائے ہے کہ مدرسہ صفہ سے مستفیدین کی تعداد نوسو تک پہنچتی ہے۔ (التراتیب الادار یہ: ۱/۳۴۰)

اس درس گاہ کے نصاب تعلیم کا موضوع قرآن مجید اور احکام کی تعلیم تھی، لیکن اس کے علاوہ تحریر وکتابت پر بھی پوری توجہ دی جاتی تھی، جس کی عرب کے اس معاشرہ میں بڑی اہمیت تھی، حضرت عبداللہ بن سعید بن عاص انصاریؓ جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے، اچھے کاتب تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کتابت سکھانے پر مامور فرمایا تھا، (الاصابہ: ۱۷۷۷) علم وحکمت کے حصول میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین ومذہب کے اختلاف کو بھی رکاوٹ نہیں بننے دیا، چنانچہ غزوۂ بدر میں جو مشرکین قید ہو کر آئے، ان میں جو لوگ کتابت سے واقف تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہی مقرر فرمایا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ جو صحابہ علم وفضل میں معروف تھے اور جن کے علم ومعرفت پر خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا اعتماد تھا، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے قرآن سیکھنے کی تلقین فرماتے تھے، یا کسی خاص فن جیسے علم الفرائض یا قضاء وغیرہ میں ان کی خصوصی مناسبت کا ذکر کرتے تھے، وہ ضرور اس درس گاہ میں فریضۂ تدریس انجام دیتے رہے ہوں گے، اور چوں کہ دین سکھانا اور قرآن کی تعلیم دینا افضل ترین عبادت ہے، اس لئے ہر صحابی نے اپنی صلاحیت اور فراغ وقت کے اعتبار سے اس میں حصہ لینے کی کوشش کی ہوگی، لیکن بعض صحابہ کا اس سلسلہ میں خاص طور پر ذکر ملتا ہے، حضرت عبداللہ بن سعیدؓ کا ذکر اوپر آچکا ہے، حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی اہل صفہ کو قرآن اور کتابت سکھانے پر مامور تھے، (مسند احمد: ۵/ ۳۱۵) اور حضرت ابی بن کعبؓ جن کو بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے بڑے قاری ہونے کی سند عطاء فرمائی گئی'' کے ذمہ خاص طور پر قرآن پاک کی تعلیم تھی۔ (بیہقی: ۶/ ۱۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''علم'' کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ اسے خرید وفروخت کی جانے والی شئی قرار نہیں دیا، بلکہ اسے عبادت کا درجہ دیا، جسے خالصۃً اللہ کی خوشنودی اور خلق اللہ کی خدمت کے جذبے سے دوسروں تک پہنچایا جائے اور اسے سامان تجارت نہ بنایا جائے، حضرت ابی کے ایک شاگرد نے ایک کمان تحفۃً پیش کی، انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ اگر تم نے یہ کمان لی تو گویا آگ کی کمان حاصل کی، "ان أخذتها فخذبها قوساً من النار". (بیهقی: ٦/١٢٦) اس لئے جو اساتذہ اس درس گاہ میں خدمت پر مامور تھے، وہ فی سبیل اللہ خدمت کرتے تھے۔

جو طلبہ ''صفہ'' میں مقیم تھے، اہل مدینہ ان کے کھانے کا نظم کرتے تھے اور ان کو اپنا اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہمان سمجھ کر ان کے ساتھ خوب اکرام کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے طعام کا نظم دو طریقوں پر ہوتا، اول یہ کہ خود صفہ میں کھانے کی چیز پہنچا دی جاتی، چونکہ عربوں کی عام غذا کھجور تھی، اس لئے کھجور کے خوشے صفہ کے ستونوں سے لٹکا دئے جاتے، حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں مروی ہے کہ دو ستونوں کے درمیان رسی باندھ کر اسی رسی سے کھجور کے خوشے لٹکا دیتے، (التراتیب الاداریہ: ۱/ ۴۷۵) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ لوگ کچھ طلبہ کو اپنے گھر لے جاتے اور ان کو کھانا کھلاتے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کے پاس دو اشخاص کے کھانے ہوں، وہ اپنے ساتھ تیسرے مہمان کو لے جائے، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھ دس طلبہ کو لے گئے، (مسند احمد: ۱/ ۱۹۷) حضرت سعد بن عبادہؓ کا مکان اہل صفہ کے لئے گویا سب سے بڑا مہمان خانہ تھا، ابن سیرین کی روایت ہے کہ سعد بن عبادہ ہر شب اسی طلبہ کو اپنے یہاں شب کا کھانا کھلاتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۲۰۰) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام طور پر دار الاقامہ میں طلبہ کی تعداد اسی سے کم نہ ہوتی تھی۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان طلبہ کے قیام وطعام کے مسائل سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غافل نہ رہے تھے اور کھانے کے معیار پر بھی نظر رکھتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، دست مبارک میں عصا تھا اور کھجور کا ایک خوشہ لٹکا ہوا تھا، یہ کھجور اچھی نہ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لاٹھی سے اس خوشہ کو مارا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص چاہتا تو اس سے بہتر کھجور بھی دے سکتا تھا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن یہ بھی ایسا ہی معمولی کھجور کھائے گا۔ (ابوداؤد، حدیث: ۱۶۰۸)

گو تعلیم کا اصل مرکز یہی ''صفہ'' تھا، لیکن یہ ایک چھوٹی سی جگہ تھی، آج بھی مسجد نبوی میں دیکھا جا سکتا ہے، اس لئے اگر واردین کی کثرت ہوتی اور طالبان علم کا اژدہام ہو جاتا، تو عارضی طور پر ان کو مختلف اہل علم پر تقسیم کر دیا جاتا کہ وہ ان کے طعام وقیام کا بھی نظم کریں اور تعلیم وتربیت کا بھی، اس سلسلہ میں وفد عبدالقیس کا واقعہ سیرت کا ایک مشہور واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو صحابہ پر تقسیم فرما دیا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار حال بھی فرمایا کہ میزبان بھائیوں کا کیسا سلوک رہا؟ وفد نے بڑی تعریف کی اور کہا کہ انہوں نے رہائش کا بہتر انتظام کیا، اچھے کھانے کھلائے اور شب وروز ہمیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے: "باتوا وأصحبوا يعلموننا

كتاب ربنا وسنة نبينا''، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور وفد کے ایک ایک رکن سے ان کی تعلیم وتربیت کے بارے میں الگ الگ گفتگو کی۔ (مسند احمد:۴/۲۰۶)

اس درس گاہ سے نہ صرف واردین استفادہ کرتے، بلکہ دور دراز کے علاقوں میں تعلیمی اغراض کے تحت درس گاہ کے فضلاء اور تربیت یافتگان بھیجے بھی جاتے، اسے ''گشتی نظام تعلیم'' سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے قرآن وسنت کی تعلیم کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجنے کی درخواست کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر انصار کو اس خدمت کے لئے روانہ فرمایا، یہ لوگ ''قراء'' کہلاتے تھے، انہیں میں میرے ماموں حرامؓ بھی تھے، یہ حضرات رات میں تعلیم حاصل کرتے اور اس کا مذاکرہ کرتے تھے اور دن میں مسجد میں پانی لاکر رکھتے اور لکڑی کاٹ کر لاتے، جسے فروخت کرکے اہل صفہ کے لئے کھانے کا نظم کیا جاتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حضرات کو بھیجا، یہ مشہور واقعہ ہے، جو ''بئر معونہ'' کے نام سے معروف ہے اور جس میں ان حضرات کو دھوکہ دے کر شہید کر دیا گیا، (دیکھئے: طبقات ابن سعد:۳/۱۷) اسی طرح کے بعض اور وفود کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دور دراز علاقوں میں بھیجے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صفہ'' میں ''شبینہ تعلیم'' کا نظم تھا، تاکہ مشغول اور متأہل افراد بھی استفادہ کرسکیں، نیز یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ جیسے آج کل ''عالم'' اور ''فاضل'' وغیرہ سے سندیں موسوم ہیں، اس زمانہ میں جو لوگ تعلیم حاصل کر لیتے تھے ''قاری'' کہلاتے تھے، کیونکہ ان کی تعلیم کا بنیادی حصہ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا ہوتا تھا۔

مدینہ میں صفہ کی اس درس گاہ، کے علاوہ بعض اور مکاتب اور چھوٹی درسگاہیں بھی تھیں، حضرت مخرمہ بن نوفلؓ کا مکان تو ''دارالقراء'' ہی سے معروف تھا اور یہاں بھی درس کا ایک نظام قائم تھا، حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کے بارے مروی ہے کہ وہ غزوۂ بدر کے کچھ ہی بعد تشریف لائے تو اسی ''دارالقراء'' میں مقیم ہوئے، (طبقات بن سعد:۴/۱۵۰) اس سے ظاہر ہے کہ یہاں محدود پیمانہ ہی پر سہی، طلبہ کے قیام کا نظم بھی تھا، لیکن بہرحال مرکزی حیثیت ''اسی درس گاہ صفہ'' کو حاصل تھی۔

یہی اولین درس گاہ ہے کہ دنیا میں جتنی دینی درس گاہیں آج تعلیم وتعلم کا فریضہ انجام دے رہی ہیں، یہ ان کا اصل سرچشمہ ہے، بلکہ ایک دینی تعلیمی ہی پر منحصر نہیں، بلکہ یہی ہر علم نافع کا منبع ہے، جس کی بنیاد ایک نبی اُمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں پڑی تھی اور جس کی ضوء سے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب غرض دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک تمام دانش گاہیں روشنی حاصل کر رہی ہیں اور اس کی عالم تاب کرنوں سے ذرہ ذرہ منور ہے، صد لاکھ سلام ہو اس درس گاہ کے معلم اول پر اور ان کے رفقاء عالی پر!! ☆☆......☆☆